از:- پروفیسر لطف اللہ بدوی مرحوم
مترجم:- رحمت فرخ آبادی ایم۔اے

سندھ کا شہر شکارپور درانیوں کے عہد میں

(۱۷۴۳ء تا ۱۸۲۴ء)

سندھ کے مشہور شہر شکارپور میں داؤد پوتروں کا اقتدار ختم ہونے کے بعد میاں نور محمد کلہوڑہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ لیکن اسی دوران نادر شاہ کو باغیوں نے مشہد میں قتل کر دیا اور اس طرح نادر شاہی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی۔ چنانچہ افغانستان پر نادر شاہ کے ایک افغان جنرل احمد خان ابدالی نے قبضہ کر لیا جس نے اپنے وطن کو ایرانی تسلط سے آزاد کرانے کے بعد "دولتِ درانیہ" کا اقتدار قائم کیا۔ احمد شاہ ابدالی اپنے دور کا ایک بلند اقبال حکمران تھا۔ اپنی حکومت و اقتدار کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے بعد، اس نے اپنے پیش روؤں کی طرح ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۱۶۱ھ میں سندھ کے کلہوڑہ حاکم میاں نور محمد نے نئے تاجدار سے عقیدت کا اظہار کیا، جس کے صلے میں اسے سندھ پر حکومت کرنے کا پروانہ ملا اور ساتھ ہی اُسے شاہ نواز خان کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ ۱۱۶۲ھ میں احمد شاہ ابدالی درۂ بولان کے راستے سندھ آیا۔ اس کی آمد کی اطلاع پاکر میاں نور محمد نے اپنے مشیر دیوان گدومل کو اس کی خدمت میں اظہارِ عقیدت و وفاداری کے لیے روانہ کیا۔ دیوان گدومل سکھر میں شاہی کیمپ آیا لیکن بدقسمتی سے وہ احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں باریابی حاصل نہ کر سکا۔ جب اس واقعے کی اطلاع میاں نور محمد کو ملی تو وہ احمد شاہ ابدالی کے غیظ و غضب سے بچنے کے لیے جیسلمیر کے علاقے میں روپوش ہو گیا۔ دیوان گدومل نے نوشہرو فیروز میں احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ اس اطلاع پر میاں نور محمد جیسلمیر سے دوبارہ واپس چلا لیکن اس کی حیاتِ مستعار کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، اس لیے راستے ہی میں انتقال کر گیا میاں نور محمد کے انتقال کے بعد احمد شاہ ابدالی نے سندھ کا نظمِ حکومت اپنے ہاتھ میں مکمل طور پر لے لیا اور سندھ کا مالیہ جمع کرنے کا کام اپنے کارندوں کے حوالے کر دیا۔ اس تمام عرصے میں دیوان گدومل احمد شاہ ابدالی کو راضی کرنے کی فکر میں لگا رہا اور آخر کار وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

اس طرح احمد شاہ ابدالی نے میاں نور محمد کے بڑے لڑکے میاں محمد مراد یاب خاں کو سر بلند خان کا خطاب دے کر سندھ پر حکومت کرنے کا پروانہ عطا کیا اور شکار پور کے علاقے کو اپنی حدود سلطنت میں شامل کر کے اور خراج وصول کر کے دہلی کی طرف کوچ کر گیا۔ اس طرح ۱۷۷۵ء سے ۱۸۲۵ء تک شکار پور افغانستان کی حکومت کے تحت رہا۔ کیپٹن ایف، جی گولڈسمڈ نے اپنی کتاب "شکار پور کی تاریخی یادداشت" کی توضیحات میں درانی حکومت کی طرف سے شکار پر مقرر کردہ نوابوں کی مکمل فہرست دی ہے۔ یہ تفصیل تاریخی لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہے۔ سطور ذیل میں ہم اسی کا ذکر کریں گے۔ احمد شاہ ابدالی کے دورِ اقتدار (۱۷۵۵ء تا ۱۷۷۳ء) میں مندرجہ ذیل نواب یا گورنروں نے شکار پور پر حکومت کی۔

۱۔ بوغرا خاں نور زئی :۔ یہ احمد شاہ ابدالی کے مقربین میں سے تھا۔ یہ ایک اچھا سیاست دان اور بہادر سپاہی تھا۔ یہ ساٹھ سال کی عمر میں شکار پور کا نواب مقرر ہو کر آیا تھا۔ اس نے آتے ہی شہر میں مکمل طور پر لاقانونیت کا خاتمہ کیا اور امن و امان بحال کیا۔ اس نے شکار پور پر تقریباً پانچ سال حکومت کی تھی۔

۲۔ رحمٰن خاں نور زئی :۔ اس کے دور میں شکار پور میں لاقانونیت کا بازار بُری طرح گرم تھا۔ یہ انصاف اور سول انتظام کی طرف سے مکمل طور پر بے پروا تھا۔ یہ بھی صرف پانچ سال ہی اپنے عہدے پر فائز رہا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے عبدالرحیم خان بامزئی اور محراب خان سدوزئی نواب مقرر ہوتے لیکن یہ بھی کامیاب حکمران ثابت نہ ہو سکے۔

احمد شاہ ابدالی کے بعد اس کا لڑکا تیمور شاہ تخت کا حق دار تھا لیکن احمد شاہ ابدالی کے وزیر شاہ ولی خان کے بغض و حسد کی بنا پر بسترِ مرگ پر ابدالی اپنے بیٹے کا چہرہ تک نہ دیکھ سکا۔ شاہ ولی خان کی خواہش تھی کہ دولتِ درانیہ کے تخت پر تیمور شاہ کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی سلیمان کا قبضہ ہو، جو اس کا ایک ہم مشرب شخص تھا۔ ان حالات کے تحت تیمور شاہ، ولی خان اور سلیمان کی مشترکہ فوج سے مقابلہ کرنے کے لیے قندھار کی طرف روانہ ہوا، اور ایک خوں ریز جنگ کے بعد شاہ ولی خان مارا گیا، اور تیمور کے چھوٹے بھائی سلیمان نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد تیمور شاہ نے بیس سال تک نہایت امن و چین سے حکومت کی۔ تیمور شاہ کے دور میں سندھ کے حکمران میاں عبدالنبی کلہوڑے کی امداد کے لیے کئی افغان سردار سندھ آئے جن کا

تفصیلی تذکرہ " فتح نامہ " میں دیا گیا ہے۔ تیمور شاہ کے دربار سے مندرجہ ذیل افراد سندھ کے گورنر مقرر ہو کر آئے۔

۱۔ غلام صدیق خان :- یہ ۱۷۷۳ء سے ۱۷۸۲ء تک شکارپور کا گورنر رہا۔ یہ ایک دانا اور ہوشیار حکمران تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ علم دوست اور شاعر بھی تھا۔ افسوس ہے کہ اب اس کا نمونہ کلام کہیں دستیاب نہیں ہے۔ وہ صاحب ڈنو صاحب کے کلام کا نہایت ذوق و شوق سے مطالعہ کرتا تھا۔ اس نے علاقے کی زرعی ترقی کی طرف خاص توجہ دی۔ گڑھی یاسین، محمد باغ اور بختیاور پور کے علاقے میں کئی نہریں کھدوائیں اور اس طرح زمین کی سرسبزی و سیرابی کے لیے پانی کافی وافر مقدار میں پھیل گیا۔ شکارپور قلعے کے شمال کی طرف اس نے ایک بہت بڑی حویلی تعمیر کرائی۔ یہ محلہ اب بھی "صدیق حویلی" کے نام سے منسوب ہے۔ شکارپور میں اپنا عرصۂ اقتدار مقبول کرنے کے بعد وہ بکھر کا نواب مقرر ہوا، جہاں اسے شکارپور کے خزانے سے ایک ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔

۲۔ صادق خاں ولد مرزا خان :- ۱۷۸۲ء سے ۱۷۹۳ء تک شکارپور کا گورنر رہا۔ اس کا والد مرزا خان، کشمیر میں ڈیرہ جات کا گورنر تھا۔ اس کے دورِ اقتدار میں اناج کے گوداموں میں اناج خراب ہو جانے کی وجہ سے بہت سخت قحط پڑا جس کی وجہ سے اہلِ شکارپور کو سخت تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

اس دور میں سندھ ایک انقلابی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ نور محمد کلہوڑہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا لڑکا میاں مرادیاب خان گدی نشین ہوا تھا، جسے بعد میں معزول کر دیا گیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد میاں غلام شاہ اور میاں عطر خاں کے درمیان جو دونوں بھائی تھے، باہمی خلفشار نے سر اٹھایا جس نے سندھ کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ اس باہمی خلفشار میں آخر کار میاں غلام شاہ کامیاب و کامران ہوا، اور کلہوڑا اقتدار کی گدی پر رونق افروز ہوا۔ میاں غلام شاہ سندھ کے کلہوڑہ حکمرانوں میں سب سے زیادہ کامیاب و کامران حکمران ثابت ہوا، اس کا دورِ اقتدار سندھ کی تاریخ کا عہدِ زریں کہلاتا ہے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا میاں محمد سرفراز خاں تخت نشین ہوا۔ یہ ایک ادیب اور عالم شخص تھا، لیکن اصولِ حکمرانی و سیاست سے پوری طرح واقف نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ اپنے دور کی سیاست کے پیچ و خم میں پھنس کر وہ اپنا اقتدار تک گنوا بیٹھا۔ میاں محمد سرفراز خاں کے بعد کلہوڑہ دورِ اقتدار کا زوال

شروع ہوگیا۔ میاں سرفراز خان کے بعد میاں عبدالنبی تخت نشین ہوا، جس کے دور میں سندھ اپنے مشکل ترین دور سے گزر رہا تھا۔ کافی عرصے سے تیمور شاہ کے دربار میں ایک عباسی شہزادہ عزت یار خان سندھ کی گدی کا دعوے دار بنا ہوا تھا، اور دوسری طرف کلہوڑہ حکمرانوں نے کافی عرصے سے سالانہ خراج بھی شاہی خزانے میں جمع نہ کرایا تھا۔ ان حالات میں تیمور شاہ نے عزت یار خان کو اپنے ایک سردار محفوظ خان کے ہمراہ سندھ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس فوج نے شکارپور میں قیام کیا۔ ان حالات میں میر بجار کلہوڑہ فوج کو لے کر عزت یار خان کے مقابلے کے لیے نکلا اور بکھر کے قریب کشتیوں کے پل کے ذریعے دریائے سندھ عبور کرکے شکارپور آیا۔ شکارپور کے قلعے کے پاس دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، جس میں میر بجار کو فتح نصیب ہوئی۔ اس وقت شکارپور کا گورنر صادق خان تھا۔ اس نے بھاگ کر شکارپور کے قلعے میں پناہ لی لیکن میر بجار نے قلعے کا محاصرہ کرلیا اور اس طرح ایک معمولی مقابلے کے بعد شکارپور کے قلعے پر بھی میر بجار کا قبضہ ہوگیا۔ قلعے پر قبضے کے بعد میر بجار نے اپنی فوج کو لوٹ مار کرنے سے سختی سے منع کر دیا تھا اور یہ اعلان بھی کرادیا تھا کہ "یہ شہر بادشاہ کا ہے اور ہم سب اس کے خادم ہیں"۔ اس کامیابی کے بعد میر بجار نے ہر ایک افغان سردار کو خلعت اور گھوڑا دے کر رخصت کیا۔ تیمور شاہ کو اپنے سردار محفوظ خاں کی میر بجار کے ہاتھوں شکست کا حال سن کر سخت غصہ آیا، چنانچہ وہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ میر بجار کو سزا دینے کے لیے قندھار سے روانہ ہوا۔ جب تیمور شاہ شکارپور سے ایک منزل کے فاصلے پر تھا تو میر بجار کا سفیر اس کے سامنے میر بجار کی طرف سے نذرانے لے کر حاضر ہوا، اسی دوران میر بجار خاں بھی تیمور شاہ کی قدم بوسی کے لیے آگیا اور اس نے تیمور شاہ کو اپنے حق میں ہموار کرلیا۔ اس طرح تیمور شاہ میر بجار کو معاف کرنے کے فوراً بعد قندھار واپس چلا گیا اور میر بجار شکارپور خالی کرکے خدا آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن جلد ہی میر بجار اور کلہوڑہ حکمران میاں عبدالنبی خان کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اور اس طرح یہ بہادر سردار میاں عبدالنبی خان کے منصوبے کے مطابق کان میں ایک بات سننے کے بہانے جیسلمیر کے دو اجنبی باشندوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ میر بجار کی شہادت نے تالپور میروں اور میاں عبدالنبی کے درمیان ایک نیا تنازع پیدا کر دیا اور اس طرح سندھ ایک مرتبہ پھر افغان فوج کی لوٹ مار اور کشت و خون کی نذر ہوگیا۔ لیکن شکارپور چونکہ درانی سلطنت کا ایک حصہ

تھا، اس لیے وہ ان کی دست برد سے محفوظ رہا۔ مدد خاں کی طاقت کے سامنے میروں کو جھکنا پڑا۔ اور اس طرح میاں عبدالنبی ایک مرتبہ پھر سندھ کا حاکم بن گیا، لیکن افسوس کہ میاں عبدالنبی اب بھی اپنی غلط حرکتوں سے باز نہ آیا اور میر عبداللہ جو اس وقت تالپور میروں کا مہندار تھا، اس کی سازش سے قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ تالپوروں نے میر فتح علی خان کی سرداری میں میاں عبدالنبی سے انتقام لینے کا عزم کیا اور اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور جنگ ہالانی میں میاں عبدالنبی اپنے تخت و تاج سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا گیا اور اب سندھ پر تالپور میروں کا قبضہ ہو گیا۔

۱۷۹۲ میں تیمور شاہ نے اپنے مشہور جنرل پائندہ خان کو سندھ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس حملے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ تالپور میروں نے اپنی نوزائیدہ حکومت کے لیے نہ تو تیمور شاہ سے حکومت کرنے کا پروانہ حاصل کیا تھا اور نہ انھوں نے مقررہ خراج درانی خزانے میں داخل کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس حملے میں میاں عبدالنبی کا بھی کچھ ہاتھ ہو جو تیمور شاہ کے دربار میں تالپور میروں کے خلاف فریاد لے کر گیا تھا۔ پائندہ خاں ایک لشکر جرار لے کر آیا اور شکارپور میں منزل انداز ہوا۔ جب اس کی اطلاع میر فتح علی خان کو ملی تو وہ خدا آباد سے پائندہ خاں سے ملاقات کرنے شکارپور آیا اور اس سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور پھر کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ سندھ پر حکومت کرنے کی سند تالپور میروں کو عطا کی جائے اور یہ کہ تالپور سردار، کلہوڑہ حکمرانوں کی طرح خراج شاہی خزانے میں داخل کرتے رہیں گے۔ دولتِ درانیہ کا مصنف اس معاہدے کو 'عہد نامہ شکارپور' کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس معاہدے کے بعد پائندہ خاں قندھار واپس چلا گیا اور میر فتح علی خاں نے اپنے مشیر دیوان جسپت رائے کو بے بہا تحائف کے ساتھ شکارپور سے تیمور شاہ کی خدمت میں بطور سفیر روانہ کیا۔ تیمور شاہ کا انتقال ۱۷۹۳ میں ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بڑا لڑکا زمان شاہ کافی چپقلش کے بعد گدی نشین ہوا۔ اس کے دور میں مندرجہ ذیل گورنروں نے شکارپور پر حکومت کی۔

۱۔ شیر خان پوپلزئی ۱۷۹۳ سے ۱۷۹۵ تک

۲۔ رحمت اللہ خاں قلندری ۱۷۹۵ سے ۱۷۹۷ تک

۳۔ شربت خاں پوپلزئی ۱۷۹۷ سے ۱۷۹۹ تک

۴۔ دوست محمد خان پوپلزئی ۱۷۹۹ سے ۱۸۰۱ تک

زمان شاہ کے اقتدار کے آخری دور میں اس کے بھائیوں ہمایوں اور محمود نے بغاوتیں کیں۔ ہمایوں کو گرفتار کر کے زمان شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس نے اس کی آنکھیں نکلوا کر اندھا کر دیا، لیکن محمود اپنی بغاوت میں کامیاب رہا۔ اس کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ زمان شاہ اپنے سپہ سالار اور وزیر پاینده خان بارکزئی سے بدگمان ہو گیا تھا اور اسی لیے اس نے بعد میں پاینده خان کو قتل کرا دیا تھا اور پاینده خاں کا لڑکا فتح خاں سے مل گیا۔ اس پُر آشوب وقت میں جب کہ زمان شاہ پنجاب آیا ہوا تھا اپنے لیے میدان صاف دیکھ کر محمود خان نے بغاوت کی اور بڑی آسانی سے کابل پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ محمود خان کی بغاوت کا سن کر زمان شاہ پنجاب کو رنجیت سنگھ کے حوالے کر کے فوراً افغانستان واپس ہوا، لیکن درۂ خیبر کے نزدیک زمان شاہ اور محمود شاہ کی فوجوں میں مقابلہ ہوا، جس میں محمود شاہ کو کامیابی ہوئی اور زمان شاہ شکست کھا کر قید ہوا۔ چنانچہ اب محمود شاہ نے اپنے سگے بھائی ہمایوں کے قصاص میں افغانستان کے بدقسمت حکمران زمان شاہ کی بھی آنکھیں نکلوا دیں۔ محمود شاہ افغانستان پر صرف تین سال حکومت کر سکا۔ اس کے دور میں شکارپور پر مندرجہ ذیل گورنروں نے حکومت کی۔

۱۔ شاہ سرور خان بارکزئی :- کہتے ہیں کہ یہ کافی بوڑھا آدمی تھا، صرف چھ ماہ شکارپور کا گورنر رہا۔

۲۔ امام بخش مغل :- یہ شیعہ تھا، محرم کے موقع پر اس نے لوگوں کو تابوت بنانے کے لیے اُکسایا جس پر علما نے اس کی بہت سخت مخالفت کی، اس کی مخالفت میں حضرت حفیظ اللہ علوی پیش پیش تھے۔ علما نے نواب پر حملہ کیا اور تابوت بنانے والوں کو قتل کر دیا اور تابوتوں کو توڑ دیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایک درخواست محمود شاہ کے دربار میں روانہ کی چنانچہ محمود شاہ نے اسے ہاتھی کے پیروں سے کچلوا کر مروا ڈالا۔

۳۔ سردار محمد اعظم خاں :- یہ ایک بہادر، نیک اور انصاف پسند حکمران تھا۔ اپنے عہدے پر تقریباً ایک سال تک فائز رہا۔

۴۔ بڈھل خاں مغل :- معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق شکارپور ہی سے تھا، یہ نرم مزاج اور سخی طینت حکمران تھا۔

۵۔ دیوان سکو سنگھ :۔ یہ ایک چالاک مگر اچھا حکمران تھا۔ افغان حکومت میں ایک ہندو کا اس اہم ترین عہدے پر فائز ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ اس دور میں بھی مسلمانوں کا اقلیت کے ساتھ کتنا اچھا سلوک تھا۔

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ درانی خاندان نے کس طرح اپنا اتحاد و اتفاق ختم کر کے خود کو مصائب میں مبتلا کیا۔ اس پُر آشوب دور میں محمود شاہ بھی ہمیشہ اقتدار پر قابض رہنے والی شخصیت نہیں تھی۔ اس کی کمزور پالیسی ہی رنگ لائی۔ شاہ شجاع الملک اور محمود شاہ کے درمیان کشمکش جاری رہی۔ فتح خان نے اپنی سی بہت کوشش کی لیکن عوام بگڑ چکے تھے، آخر محمود شاہ کی حیثیت ایک قیدی کی سی بن گئی اور شاہ شجاع الملک آخر کار تخت و تاج حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔ شاہ شجاع الملک کے دور میں شکارپور پر مندرجہ ذیل گورنروں نے حکومت کی۔

۱۔ پوپلزئی :۔ ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۵ء تک

۲۔ نواب مدد خان پوپلزئی :۔ یہ ایک علم دوست اور انصاف پسند حکمران تھا۔ شکارپور کی اناج منڈی میں اس کی تیار کردہ مسجد آج تک موجود ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا آخری دور برطانوی حکومت کے زیر سایہ پٹے دار کی حیثیت سے گزارا۔

۳۔ بڈھل خاں مغل :۔ یہ دوسری دفعہ شکارپور کا گورنر مقرر ہوا تھا۔

۴۔ جہانگیر خاں مغل :۔ ۱۸۰۷ء سے ۱۸۰۸ء تک

۵۔ پایندہ خان پوپلزئی :۔ ۱۸۰۸ء سے ۱۸۰۹ء تک

۶۔ محمد رضا خان مغل :۔ ۱۸۰۹ء سے ۱۸۱۰ء تک

اسی دوران شاہ شجاع اپنی خود فریبیوں کا شکار ہو گیا اور اس نے وہ فاش غلطیاں کیں جن کی وجہ سے اس کی حکومت مشکلات میں گھر گئی۔ اس کی پہلی غلطی یہ تھی کہ اس نے اپنی بہترین، تجربہ کار اور آزمودہ فوج کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کی جہاں اسے بڑی طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف اس نے میر واعظ نامی ایک درویش کو اپنے ہاتھوں قتل کیا، میر واعظ کا افغان پر کافی اثر تھا، اس کے اس اقدام سے اس کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اس دوران قندھار میں شاہ شجاع کے بھتیجے قیصر مرزا نے محمود کے سپہ سالار فتح خاں کو گرفتار کر کے اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کر دیا۔ اس نازک دور میں

جبکہ افغانستان میں اس کے خلاف بُری طرح بغاوت پھیلی ہوئی تھی، شاہ شجاع سندھ پر حملے کی غرض سے بڑھا۔ اس کے فوجی مہندار شیر محمد نے اسے اس اقدام سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ اسی دوران محمود شاہ بالاحصار سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ شیر محمد، شاہ شجاع کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پہلے ہی اس سے بہت نالاں تھا، اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شجاع الملک کی جگہ قیصر مرزا کو بادشاہ بنا دیا۔ یہ تمام اطلاعات شاہ شجاع کو ملتی رہی تھیں۔ قیصر مرزا اور شیر محمد اب پشاور کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے کہ یہیں شاہ شجاع سے مقابلہ ہوا، جس میں شیر محمد مارا گیا۔ ۱۸۰۹ء میں شاہ شجاع اور محمود کی افواج میں مقابلہ ہوا، جس میں شاہ شجاع کو بُری طرح شکست ہوئی اور وہ پہاڑی علاقے میں روپوش ہو گیا۔ اس طرح تخت پر محمود شاہ کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ محمود شاہ کے اقتدار کے اس دوسرے دور میں شکارپور پر مندرجہ ذیل گورنروں نے حکومت کی۔

۱۔ سید عبداللہ خاں ۔ ۱۸۱۰ سے ۱۸۱۴ تک

۲۔ نصیر خاں ۔ ۱۸۱۴ سے ۱۸۱۸ تک

۳۔ سردار عبدالصمد ۔ ۱۸۱۸ سے ۱۸۲۰ تک

۴۔ محمد رضا خاں ۱۸۲۰ سے ۱۸۲۱ تک۔ اُسے ڈیرہ غازی خان کے نواب نے گرفتار کر کے اپنی قید میں رکھا تھا۔

محمد رضا خان کے بعد جن نوابوں نے شکارپور پر حکومت کی، ان کا عرصۂ اقتدار بہت ہی کم ہے۔ مثلاً کسی کا اقتدار دو ماہ رہا اور کسی کا اقتدار چار ماہ رہا۔ اسی دوران محمود شاہ اپنے وزیر اعظم فتح خان سے ناراض ہو گیا اور اس کی آنکھیں نکلوا کر اسے اندھا کر دیا جس کی بنا پر اس کے بھائی امیر دوست محمد نے محمود شاہ پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر ایران کی طرف بھاگ جانے پر مجبور ہوا اور وہیں ۱۸۲۱ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

شاہ شجاع اپنا تاج و تخت گنوا کر بھی خاموش نہ رہا اور کافی عرصے تک اس نے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی۔ ۱۸۱۵ء میں وہ اپنا کوہ نور ہیرا گنوا کر راجہ رنجیت سنگھ کی قید سے بھاگ نکلا اور کشمیر کے راستے حیدرآباد آیا۔ تالپور میروں کو جب اس کی آمد کا پتا چلا تو وہ اس کے استقبال کے لیے آئے اور اس کی خدمت میں تحفے پیش کیے۔ وہاں سے وہ شکارپور کی طرف آیا، جہاں

اس وقت شہزادہ محمد تیمور شاہ سدوزئی نواب تھا۔ اس نے بھی شاہ شجاع کو خوش آمدید کہا اور شکارپور اس کے حوالے کر دیا۔ شاہ شجاع شکارپور میں ایک سال نہایت آرام و سکون سے رہا۔ غالباً اسی زمانے میں شاہ شجاع نے جیٹھمل نامی ایک دولت مند ہندو کی بہن سے شادی کر کے اسے اپنے حرم میں داخل کیا تھا۔ جب محمود شاہ کو شاہ شجاع کی شکارپور میں موجودگی کی اطلاع ملی تو اس نے فتح خان کے بھائی سردار محمد اعظم خان کو شکارپور پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اعظم خاں کی آمد کی اطلاع پا کر شاہ شجاع حیدر آباد روانہ ہوگیا اور اس نے شہزادہ تیمور شاہ کو معزول کر کے اس کی جگہ ملا محمد خان غلزئی کو شکارپور کا گورنر مقرر کیا۔ شہزادہ تیمور شاہ کا لڑکا شہزادہ پیر محمد انگریزوں کے وظیفہ خوار کی حیثیت سے شکارپور میں انتقال کر گیا تھا۔ محمود شاہ کی حکومت کے خاتمے کے بعد کچھ عرصہ افغانستان پر بارکزئی برادران قابض رہے۔ اس زمانے میں شکارپور کا نواب منصور خان تھا جو رحمدل بارکزئی کا بھانجا تھا۔ رحمدل بارکزئی نے اپنی موجودگی میں منصور خاں کو شکارپور کا گورنر مقرر کیا تھا اور پھر اپنے بھائیوں شیر دل خاں اور بہر دل خان کے بلانے پر وہ قندھار روانہ ہوگیا تھا کیونکہ وہاں اس کے یہ دونوں بھائی امیر دوست محمد خان کے خلاف جنگ میں مصروف تھے۔ افغان حکومت کی کمزور حالت کو دیکھ کر میر کرم علی خان کے دل میں جو اس وقت حیدر آباد کا امیر تھا، شکارپور کو فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اسی دوران راجہ رنجیت سنگھ نے بھی شکارپور پر قبضہ کر کے اپنے دائرۂ اقتدار میں توسیع کرنا چاہی، چنانچہ راجہ رنجیت سنگھ کا مشہور جنرل وینتورا، ڈیرہ غازی خاں تک آ گیا تھا۔ تالپور امیر، رنجیت سنگھ کے اس منصوبے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے میر کرم علی خان نے نواب ولی محمد خان لغاری کو ایک کثیر فوج کے ساتھ شکارپور پر حملہ اور قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ نواب ولی محمد خان نے شاہی باغ میں اپنا فوجی کیمپ قائم کیا اور پھر نواب منصور خان کو ایک خط کے ذریعے کل حقیقت بیان کر دی، جس کے مطابق شکارپور پر تالپور امیروں کا قبضہ نہایت ہی ضروری تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سکھوں کے دباؤ اور اثر سے بچنے کے لیے صرف یہی تجویز کارگر نظر آتی تھی۔ خط روانہ کرنے کے بعد نواب ولی محمد خان نے نواب منصور خان کے ایک معتمد جمعہ خان کو حکمت عملی سے اپنے ساتھ کر لیا۔ جمعہ خان کے مشورے نے نواب منصور خان کو اس امر کے لیے قائل کر دیا کہ وہ شکارپور

کا قبضہ تالپور میروں کو دے دے۔ جون ۱۸۲۴ میں نواب ولی محمد خان کی فوج کا ایک سردار دلاور خدمت گار ایک مختصر فوجی دستے کے ساتھ شکار پور شہر میں داخل ہوا اور میلا رام ہندو کی بیٹھک کو اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا۔ اسی شام نواب منصور خاں شاہی باغ میں نواب ولی محمد خاں لغاری سے ملا اور شکار پور شہر کے آٹھوں دروازوں کی کنجیاں اس کے حوالے کر دیں، اس کام سے فارغ ہو کر منصور خاں گڑھی یاسین چلا گیا۔ ایک ہفتے کے بعد اسے نواب ولی محمد خاں کا یہ حکم ملا کہ وہ گڑھی یاسین سے بھی چلا جائے، چنانچہ منصور خاں نے اس حکم کی تعمیل کی اور قندھار چلا گیا اور اس طرح شکار پور سے درانیوں کے قبضۂ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔

درانیوں کے دورِ حکومت میں شکار پور نے بہت ترقی کی۔ اس دور میں یہاں کی آبادی کم و بیش تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی اور یہاں کے لوگ بہت خوش حال اور مال دار تھے، یہاں کے ہندو اس زمانے میں بہت دولت مند سمجھے جاتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔ درانیوں نے شکار پور پر کم و بیش پچاس سال حکومت کی۔ یہ تمام دور شکار پور کے لیے امن و سلامتی کا دور تھا کیونکہ یہاں پر افغان اقتدار قائم ہونے کی وجہ سے بیرونی طاقتوں کو اس علاقے پر حملے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اگرچہ اس عرصے میں افغانستان میں کئی انقلاب آئے مگر ان کا کسی طور پر بھی شکار پور پر کوئی اثر نہ پڑا۔

ارمغان شاہ ولی اللہؒ :- پروفیسر محمد سرور

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت مصنف تھے۔ انھوں نے تفسیر، حدیث، شروحِ حدیث، فقہ اور تصوف وغیرہ تمام عنوانات پر کتابیں لکھیں اور احکامِ شریعت کی حکم و مصالح کی روشنی میں وضاحت کی۔ "ارمغان شاہ ولی اللہ" ان کے افکار و تعلیمات کا بہترین مجموعہ اور ان کی عربی و فارسی کتابوں کا ایک عمدہ انتخاب ہے جو اردو کے قالب میں ڈھال کر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں شاہ صاحب اور ان کے بزرگوں اور مشائخ کے سوانح حیات بھی دیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۲۰ قیمت ۳۰ روپے

ملنے کا پتا :- ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور